Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

نو آبادیاتی نظام۔ فکری تناظر

COLONIAL SYSTEM, THOUGHT PERSPECTIVE

***وقاص رفیع**

پی۔ایچ۔ڈی اردو اسکالر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

****ڈاکٹر کامران عباس**

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

Transgression of a foreign power into a nation by nullifying its supremacy and improving own country's economic conditions by exploiting rights and resources of local populace, is called Colonization. Study of human civilization and customs reveal that human life is teemed with different faces of colonization. The first mission of colonialists is to occupy resources of local population so that locals become economically handicapped and perforce start obeying colonialists .Effects of colonialism are so impactful that society can still be felt clamped in its claws. Although Indian society had its own culture and customs, yet after arrival of the colonialist, not only the forces clashed but the civilizations of east and west also collided. The changes of this era of colonialism also impacted literature .The literature written in this era reflects socio-political attitude of India. The use of racial bias by the west, violation of human rights, barbarism and abusive use of power is truly depicted in this article. Where this colonization became the source of chaos and difficulties, it also introduced capitalism. Capitalism paved the way for positive economic changes in the Indian society.

Key words: *Colonization, Human rights, Capitalism, economically, civilization, society, resources, literature.*

نو آبادیات پسِ منظری مطالعہ

انسانی تہذیب و ثقافت کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو انسانی زندگی نو آبادیات کی مختلف شکلوں سے عبارت ہے۔ دراصل تہذیب کا آغاز اس وقت ہوا جب سے انسان نے اپنی نیم وحشی زندگی سے شعوری زندگی کی طرف آنے کی کامیاب کوشش کی۔ شروع میں انسان فطری زندگی کے بہت زیادہ قریب تھا اور یہ نظم وضبط کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ اس زندگی میں تمام چیزوں پر تمام لوگوں کا یکساں حق سمجھا جاتا تھا ۔سب کچھ مشترکہ طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ جائیداد کے تحفظ و انتقال کے لیے کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔ خاندان کی کوئی شکل وصورت نہیں تھی بلکہ عورتیں، مرد، بچے اور اشیاء تمام ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔ اس وقت ریاست نام کی کوئی چیز نہیں تھی لیکن آہستہ آہستہ نجی جائیداد و دیگر اشیاء کے تصور نے سب کچھ بدلنا شروع کر دیا۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر ریاض ہمدانی لکھتے ہیں۔

"نجی ملکیتوں کی صورت میں فطرت پر قبضہ ہی ثقافت و تہذیب کی بنیاد بناء۔ یہی قبضہ گیری طاقت واختیار اور دولت واختیار کا سرچشمہ بھی قرار پائی۔ اسی سے اشتراکی معاشرہ مختلف طبقات میں تقسیم ہو کر مستقلاً طبقاتی استحصال وکشمکش میں ڈھلتا گیا۔ دوسروں کی جائیدادوں پر قبضہ کے لیے کافر، کمتر، نیچ، دشمن اور غیر کا تصور پیدا کیا گیا۔ حتیٰ کہ انسانوں کو بھی بطور مال جائیداد کا حصہ بناء لیا گیا۔ دشمنوں، کمتروں، کافروں ،غیروں اور کافروں کو قتل کرنے کی بجائے زندہ آلات کی صورت میں مزید جائیدادوں کے حصول نہ صرف استعمال کیا جانے لگا بلکہ افرادی قوت میں اضافے کے لیے غلاموں اور لونڈیوں کا حصول اور ان کی خرید وفروخت کی صورت میں غلامی کا آغاز ہوا۔ استحصال کی یہ روایت ایک خاندان سے دوسرے خاندان پر، ایک قبیلے کے دوسرے قبیلے پر اور ایک قوم کے دوسرے قوم پر قبضے، لوٹ، کھسوٹ، افراد، زمینوں ،، مال مویشیوں، ہتھاروں، دیگر دولت کے حصول کے لیے ہر خاندان، ہر قبیلے، ہر معاشرے اور ہر قوم میں سرایت کر گئی۔"1

جب سے معاشرے کے اندر ذاتی جائیداد کا تصور مضبوط ہونے لگا، تو جائیداد کی حفاظت، خاندان کے تحفظ اور ریاست کو چلانے کے لیے اخلاقی واقداری ضابطے تشکیل دیے گئے۔ خیر وشر کے لیے اصول وضوابط مرتب کر دئے گئے۔ فکر و فلسفہ اور مذہبی و عقلی دلائل رواج پانا شروع ہو گئے۔ اس طرح انسانی تہذیب و تمدن کے مختلف پیمانے وجود آنے لگ گئے۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر ریاض ہمدانی لکھتے ہیں۔

"جنس، حیا، زنا، وفا، شرافت، غیرت، اچھائی، دھوکہ، اعتماد، چوری، ڈاکہ، لالچ، یقین، اصول، قانون، تابعداری جیسے تصورات وپیمانے وجود میں آئے جو اتھارٹی کو انفرادی، طبقاتی، خاندانی، قبائلی اور ریاستی شکلوں میں ڈھالتے چلے گئے۔ خاندان کا بزرگ، قبیلے کا سردار، فوج کا سپہ سالار، علاقے کا جاگیردار، سلطنت کا سلطان، ملک کا بادشاہ اور اقوام کا شہنشاہ اتھارٹی کا مرکز بنتا چلا گیا۔ بادشاہ اور شہنشاہ میں تمام تر اتھارٹی ضم کر دی گئی۔ جج، جرنیل، رازق، عادل حتیٰ کہ اسے خدا کی حثیت بھی حاصل ہو گئی۔"2

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اس طرح معاشرہ ترقی کرتے کرتے اپنی اقدار خود وضع کرنے لگا۔ یہاں سے ایک ریاست کا تصور ابھرا، یوں خداؤں اور دیوتاوں کی بھی تخلیق ہوئی اور دیگر مذاہب کو بھی آہستہ آہستہ اتھارٹی ملنا شروع ہو گئی ۔وقت کے ساتھ ساتھ انسانی سوچ اور رویوں اور اقتدار کو کنٹرول کرنے کی کوشش شروع ہو گئی۔ اس کا اطلاق ایک خاندان سے شروع سے ہوا اور ریاست تک جا پہنچا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ریاض ہمدانی لکھتے ہیں
۔

"خاندان دراصل ریاست ہی کے ایک چھوٹے یونٹ کے طور پر ابھرا جس کے جان و مال اور افراد پر بطور جائیداد سربراہ کو مکمل اتھارٹی حاصل تھی۔ یوں تہذیبی فرد در حقیقت ثقافتی حوالے سے ایک ہمہ گیر کنٹرول کا ترجمان بنا جس کی بنیاد جائیداد تصور پر تعمیر ہوئی۔ یہ دوسروں کی مادی و غیر مادی، ذہنی و روحانی، فنی و فکری ہر طرح کی نجی جائیداد کا احترام رکھتے ہوئے اس سے فاصلہ رکھتا تھا، اور خود پر اس کی حرمت کو دنیاوی و دینی سطح پر لازم قراد دیتا تھا، لیکن ساتھ ہی پاور اور اتھارٹی کی ہر شکل کی طرف سے اس حرمت کو توڑ دینے کے حق کا بھی احترام رکھتا تھا۔ لہذا طاقتور کی طرف سے لوٹ اور قبضہ بھی بہادری، جرات ،عظمت اور کامیابی کی قدر کے طور پر تسلیم کی جاتی تھی۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں جائیداد سے خاندان و طبقات اور طاقت و استحصال کی تشکیل ہوئی۔ جس کی بنیاد پر ریاست کا متشدد ادارہ وجود میں آیا، بادشاہ حکمران اور سپہ سالار بنے، جس سے فوج، پولیس، آئین، عدالتیں، ہتھیار اور نقل و حمل، رسل و رسائل پر مشتمل معاون آلات اور قانون و ضوابط کے الہیاتی و ریاستی نظام کی تشکیل ہوئی۔"3

ریاستی نظام کی جب تشکیل ہونا شروع ہوئی تو جنگی و استحصالی افکار و تصورات منظر عام پر آئے۔ ان تصورات میں وطن پرستی، محب وطن، غدار قوم، مخلص، بہادر، نیک اور بد وغیرہ سامنے آئے تو یوں قبضے، فوجی حملے ، جنگی فتوحات اور مذہب یہ سب ریاستی سطح پر ایک نمایاں مقام پاتے چلے گئے۔ اس طرح ایک مکمل سیاسی سماجی نظام ابھرا جس سے جاگیرانہ دور سے سرمایہ درانہ دور تک، اور زرعی عہد سے مشینی عہد تک کی نو آبادیاتی نظام کی مختلف شکلوں اور طریقوں کا آغاز ہوا۔ سامراجی استحصال کے لیے مقدس، فلسفیانہ، قومی اور مذہبی جواز بنائے گئے۔ زبان، رنگ، نسل، مذہب، فرقہ، تہذیب، حتی کہ ظلم، لوٹ مار، تشدد، بد عنوانی اور استحصال ہی کو جواز بناء کر، حملے، قبضے، لوٹ، مار، فتوحات، نو آبادیات، استعماریت اور سامراجیت کے لیے راستے بنائے گئے۔

تین بڑے ادوار تہذیب کی تاریخ کے جن میں غلام درایت، سرمایہ درایت، اور جاگیر داریت کے زمانوں میں نو آبادیات کا مختلف شکلوں میں آغاز ہو چکا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ تہذیبی و ثقافتی تبدیلی رونما ہوتی رہیں۔ غلام، کسان میں اور کسان، مزدور کی صورت ہمارے سامنے آنے لگے۔ نیم تہذیب انسان رعایا اور رعایا عوام میں بدل گئی۔ سردار وغیرہ بادشاہ اور بادشاہ صدر و وزیر اعظم میں بدل گئے۔ اگر ہم جاگیر کے حوالے سے بات کریں تو کھیتوں نے جاگیر کا حصہ لیا اور جاگیر فیکٹری اور کارخانوں میں تبدیل ہو گئی۔ ان تمام تبدیلیوں کے باوجود حالات و معاملات جوں کے توں رہے۔ جاگیر داری عہد میں قومیں اور مختلف ممالک ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے جس کے نتیجے میں اقتدار پر بادشاہانہ قبضوں، انتظامی اختیارات، معاشی و دیگر ذریعے سے استعماری ظلم و تشدد جاری رہا۔ بادشاہ اپنی طاقت کے بول بوتے پر اپنی سلطنت کو وسیع تر بناتا اور وہاں کے وسائل و زمینوں، زمینوں سے حاصل شدہ خوارک، خام مال، معدنیات اور دیگر تمام وسائل پر قبضہ کرلیتا۔ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے عسکری طاقت و قیادت کے ذریعے خود سلطان اور بادشاہ بن بیٹھے اور اپنے سے طاقتور اگلے حملہ آور کی آمد تک مذکور استحصال کے ذریعے ظلم و تشدد کے ساتھ زندگی گزراتے۔ وہ جس علاقے کو فتح کرتے اس علاقے کے کلچر، زبان، رسوم و رواج اور تہذیب و تمدن کو اپنی وضع قطع میں ڈھلنے کی کوشش کرتے، جس کے نتیجے میں اس علاقے کی زبان و ادب، املاء و رسم و خط عقائد و رسومات سمیت تمام کی تمام اقدار بدل جاتی۔ اس بادشاہ کی رعایا بھی وقت کے ساتھ ساتھ اس کی ذاتی پسند و نہ پسند سے آگاہ ہو جاتی۔ جب سرمایہ داری دور شروع ہوا تو ذرائع پیداوار اور معاشی ڈھانچہ بالکل بدل گیا۔ اس مشینی دور نے ذرائع رسل و رسائل، نقل و حمل، جنگ و جدل کے آلات و ذرائع بدل کر رکھ دیے۔ مغرب نے اس مشینی دور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تہذیب و نسل کے نعرے کی برتری کے ساتھ ساتھ ساری دنیا میں نو آبادیات قائم کر دیں۔ ان نو آبادیوں کے محصولات، خام مال، معدنیات اور دیگر اشیاء کو صنعتی ترقی کی وجہ سے اپنے صنعتی مراکز میں منتقل کر دیا۔ ایک طرح سے ان کا ان نو آبادیات سے خام مال لانا استعماری رویہ تھا۔ اسی تناظر میں ریاض ہمدانی رقمطراز ہیں۔

"مغرب نے تہذیب و نسل کی برتری کے نعرے کے ساتھ ساری دنیا کو اپنی نو آبادی بنالیا۔ لیکن صنعت کی ایجاد اور تیز رفتار ذرائع کے باعث نو آبادیوں کے محصولات، خام مال، معدنیات اور دیگر کو اپنے صنعتی مراکز منتقل کیا۔ نو آبادیات کا یہ انداز سائنسی ایجادات و معلومات کے باعث تاریخی اعتبار سے تو مختلف تھا ہی لیکن اپنے ہمہ گیر ثقافتی اثرات اور استعماری استحصال اور سامراجی لوٹ کھسوٹ کے اعتبار سے بہت شدید بھی تھا۔ کیونکہ اس میں ہر شے کو جنس بازاری بنا کر لوٹ لیا گیا۔ حتی کہ جنگل و دریا، مصنوعات و خام مال، محنت و صلاحیت، علم و ہنر، فخر و عقیدہ سب مارکیٹ کا مال بناء کر قابلِ خرید و فرخت بناء دیے گئے
۔"4

یہ جو نو آبادیات قائم ہوئیں اور جس انداز اور رویے کو انھوں نے اپنایا اس کو دو تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پہلی صورت تو یہ تھی کہ جس میں مغربی اقوام کے نمائندوں نے براہ راست استحصال اور لوٹ کھسوٹ کو جاری رکھا۔ دوسرا رویہ ان لوگوں نے یہ اپنایا کہ انھوں نے جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے جن میں خبر اخبار، رسائل و جرائد، مختلف سیاسی و سماجی پروگرام، سیمینار، ریڈیو، ٹیلی ویزن اور ٹیلی ویزن میں ایسے ایسے پروگرام جس سے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مرکوز کیا جا سکے کے ذریعے اپنے کام کو جاری رکھا۔

درج بالا تمام صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو نو آبادیات کی ابتدائی شکل و صورت ہمارے سامنے کھل واضح ہوتی ہے۔ اس تمام صورت حال نے سامراج و استعمار کے لیے راہ ہموار کی جس کی وجہ سے نو آبادیات نے باقاعدہ طور پر اپنا کام شروع کیا۔ ان حالات و واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے نو آبادیات کی طویل تاریخ اور اس کے عالمی سطح پر اثرات کے باعث نو آبادتی اور مابعد نو آبادیاتی مطالعات و تجزیہ اہمیت اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ میں بحثیت پاکستانی نو آبادیات کا تجزیہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ تاریخ و سماجی آگاہی کو نہ صرف اجتماعی سطح پر بلکہ انفرادی طور پر بھی اس قباحت سے جان چھڑائی جا سکے جو نو آبادیاتی ادوار کے دوران مختلف سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی مفادات کے تحت سامنے آئے ہیں مغرب کے ذاتی مفادات کی وجہ سے آج برصغیر تنگ نظری اور مختلف مسائل کا شکار ہے۔

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

نو آبادیاتی نظام:

جب کوئی ملک اپنی عسکری طاقت کے ذریعے کسی دوسرے ملک پر قبضہ کرتا ہے اور وہاں پر اپنی کالونیاں بناتا ہے تو وہاں سے نو آبادیاتی نظام کی تشکیل کی شروعات ہوتی ہیں۔ نو آبادیات ایک ایسا نظام ہے جس کے تحت طاقتور اقوام کمزور علاقوں والی اقوام پر قبضہ جما لیتی ہیں۔ حاکم قوم اپنی معاشی و اقتصادی استعداد بڑھانے کے لیے محکوم قوم کے وسائل میں استعمال میں لا کر خود کو مضبوط کرتی رہتی ہیں۔ جس سے نو آبادکاروں کی معیشت مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ کسی غیر علاقے کے لوگوں کا اپنی سرحدی حدود کو پار کر کے دوسری کمزور اقوام کے اقتدار اعلی کو ختم کر کے وہاں کے مقامی لوگوں کو اپنا غلام بناء کر اور ان کے حقوق و وسائل کا استحصال کر کے اپنی ریاست کو ہر حوالے سے طاقت ور بنانا نو آبادیات کے زمرے میں آتا کہلاتا ہے۔ اسی تناظر میں طاہرہ غفور لکھتی ہیں۔

"کسی غیر ملکی طاقت کا اپنی سرحدی حدود سے باہر دوسری اقوام کے اقتدارِ اعلی کو ختم کرنا اور مقامی لوگوں کے حقوق و وسائل کا استحصال کر کے اپنے آبائی وطن کو معاشی طور پر مضبوط کرنا نو آبادیات کہلاتا ہے 5"۔

نو آبادکار کا پہلا مقصد مقامی باشندوں کے وسائل پر قبضہ کرنا ہوتا ہے تا کہ مقامی لوگ معاشی طور پر کمزور اور مجبور ہو کر نو آبادکار باشندوں کی بات ماننے پر مجبور ہو جائیں۔ کرن فاطمہ اپنے مقالے "نو آبادیاتی نظام کے اردو افسانوی ادب پر اثرات" میں نو آبادیاتی نظام کی تعریف ان الفاظ میں کرتی ہیں۔

"جب کوئی ریاست اپنی فوج کے بل بوتے پر کسی نسبتاً کمزور ریاست اور اس کے افراد پر غاصبانہ قبضہ کرے اور وہاں کے قدرتی وسائل اور افراد کی قوت کو اپنی اقتصادی و معاشرتی ترقی کے لیے استعمال کرے تو وہ مقبوضہ ریاست کی نو آبادی کہلائے گی۔ 6"

نو آبادیاتی نظام نے ہمارے ادب اور ادبیوں پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ اس نظام نے برصغیر پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے جس کی بازگشت ابھی تک ہمارے ادب میں واضح سنائی دیتی ہے۔ اسی تناظر میں طاہرہ غفور رقمطراز ہیں۔

"نو آبادیاتی اثرات اتنے ہمہ گیر تھے کہ سماج میں اس کے پنجے ابھی تک گڑھے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستانی معاشرے کی اپنی الگ تہذیب اور روایات تھیں۔ انگریزوں کی آمد کے بعد نہ صرف افواج کی جنگیں ہوئی بلکہ مشرق و مغرب کی تہذیبیں آپس میں ٹکرائیں۔ نو آبادیاتی عہد کی ان تبدیلیوں کا اثر ادب پر بھی ہوا۔ اس دور میں لکھا جانے والا ادب ہندوستانوں کے سیاسی و سماجی رویوں کی عکاسی کرتا ہے۔" 7 ص 166 معیار

نو آبادکاروں کے مقاصد

نو آبادیاتی نظام کسی ملک کے سماج پر بے جا قبضے اور اجارہ داری سے عبارت ہے۔ جو حکومت قبضہ کرتی ہے اس کا قبضہ، مقبوضہ ریاست کے قدرتی وسائل، تجارتی منڈیوں اور افرادی قوت پر ہوتا ہے تا کہ وہ اپنے آپ کو معاشرتی اور اقتصادی حوالے سے کو بہتر بنائے۔ معاشی و اقتصادی شعبوں کے علاوہ قابض حکومت، مقبوضہ ریاست تمام تر شعبوں جن میں حکومت صفہ اول ہیں ہے فوجی مداخلت کر کے قوت کے بل پر اس ریاست کا انتظام و انصرام خود سنبھال لیتی ہے۔ جو حکومت کسی دوسری ریاست کو اپنا ماتحت بناتی ہے وہ معاشی، معاشرتی، سیاسی، سماجی اور دیگر تمام وسائل مالا مال ہوتی ہے وہ خود کو دیگر ریاستوں سے اعلی اور بہتر سمجھتے ہوئے دوسری ریاستوں کو ماتحت کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہے اور وہ نو آبادیاں قائم کر کے اپنے عزائم کو ہوا دینے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔

“In practical terms, however when we are studying British imperialism in the imperial age which began around the 1870s, we mean the doctrine that the rule of the English race over other race of Asian and African origin was something desirable ,profit able ,humanitarian and moral that it was a proof of the superiority of one particular race over all others, and that both providence and science were on the side of the (8)ruling race .”

ہم تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نو آبادیات کی ابتداء نو آبادیات ہی سے ہوئی جس وقت مغرب نے اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کو ساتھ جزیروں میں بھیج کر انھیں اپنی کالونیوں میں تبدیل کر دیا۔ یہ سلسلہ نہ صرف مغرب بلکہ رومیوں، ایرانیوں، اور عرب سلطنتوں میں بھی رہا ہے۔ یورپی سامراج نے ایشاء اور افریقہ کے ملکوں پر قبضہ کر کے وہاں اپنے باشندوں کو آباد کر کے ان کا دولت و سرمایہ خوب لوٹا۔ اکثر ملکوں میں مغرب نے نو آبادیات قائم کر کے اپنے سیاسی تسلط کے ذریعے ان کے فطری ذریع کو اپنے معاشی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔

کالونائزر کالونیوں سے صرف معدنی ذخائر ہی نہیں لوٹتے بلکہ اس کالونی کی تخریب کاری میں بھی احسن فرائض سرانجام دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ کالونیوں میں موجود لوگوں کو نو آبادیاتی نظام کے باشندے اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے حقوق اور معاشی خوشحالی کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں، حالانکہ حالات و معالات اس کے برعکس ہیں، وہ اپنی ریاستوں کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے کالونیوں کا دولت و سرمایہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

لوٹ رہے ہوتے ہیں۔کالونی کی عوام کو ان کے حقوق اور قانونی حیثیت کے حوالے سے حاکم ریاست کے باشندوں سے کم تر اور گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔یہاں تک کہ ان کے مذہبی امور اور تقدس کو بھی پامال کر دیا جاتا ہے۔اسی تناظر میں کرن فاطمہ اپنے مقالہ "نو آبادیاتی نظام کے اردو افسانوی ادب پر اثرات" میں لکھتی ہیں۔

"نو آبادیاتی نظام کے تحت کالونائز مملکت اپنے وسائل کے علاوہ کالونائزڈ مملکت کے وسائل اور افرادی قوت سے استفادہ کرتی ہے۔لیکن کالونیوں کی عوام کی نگہداشت اور ان کے حقوق کے تحفظ ضامن نہیں ہوتی بلکہ ایک واحد اصول استحصال پر عمل پیرا رہتی ہے۔کالونی کے عوام کے حقوق اور قانونی حثیت حاکم ریاست کی عوام سے کم تر ہوتی ہے۔وہ ردجہ دوم کے شہری تصور کیے جاتے ہیں۔ان کی ثقافت، طرز، بودوباش اور ان کی روایات کو کم تر سمجھا جاتا ہے۔یہاں تک کہ ان کے مذہبی تقدس کو پامال کرنے میں بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوتا۔"9

تعلیمی اصلاحات

برطانیہ نے اپنی نو آبادیوں میں مختلف اصلاحات جو متعارف کروائیں ان میں تعلیمی خدمات سرِفہرست ہیں۔تیسری دنیا کو جدید علوم وفنون اور ٹیکنالوجی سے بہرہ ور کرنے کے لیے مغربی نظام بہت اہمیت کا حامل ہے ۔ایسٹ انڈیا کمپنی کے آتے ہی ہندوستان میں تعلیمی اصلاحوں کا نفاذ شروع ہو گیا۔انگریزوں کے آنے سے پہلے ہندوستان کی ہر مسجد اور مندر ایک درسگاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔چند بڑے شہروں میں جن میں ملتان ،سیالکوٹ،لاہور،پٹنہ ڈھاکہ اور مرشد آباد اہم تعلیمی درسگاہیں تھیں،لیکن دلی کو ان سب میں اولیت کا درجہ حاصل تھا۔ہندوستان پر قبضہ کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی نے برطانوی کالونیوں میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کی۔انھوں نے برصغیر میں جو اصلاحات نافذ کیں وہ عوامی فائدے کے لیے نہیں بلکہ اپنے مفاد کے لیے عوام کو استعمال کیا۔اس تناظر میں کرن فاطمہ لکھتی ہیں:

"اس غرض سے انھوں نے اسلامی اور ہندو مذہبی درسگاہوں کی جگہ انگریزی اور مشنری تعلیمی ادارے قائم کیے۔جن کا بنیادی مقصد ایسی جماعت کی تشکیل تھا جو ہندوستان کے وسائل کو استعمال کرنے، یہاں کے انتظامات چلانے عوام اور حکمران طبقے کے درمیان ربط قائم کرنے کا ذریعہ بنے۔انگریزوں کا مقصد جہالت ختم کر کے علم کی روشنی پھیلانا نہیں تھا۔10

ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہت سے تعلیمی ادارے قائم کیے نہ صرف تعلیمی ادارے قائم کیے بلکہ بہت سے تعلیمی خدمات بھی سرانجام دیں۔اس کمپنی کے گورنر وارن ہسٹینگز(Warren Hasting)(1772-85)نے کلکتہ میں 1781ء میں ایک سکول قائم کیا۔جس کا مقصد مسلماں لڑکوں کی تعلیم اور انتظامی عہدوں کے لیے تربیت تھا۔جبکہ بنارس میں قائم کردہ انسٹیٹیوٹ کا مقصد برطانوی ججوں کے لیے ہندو اسٹنٹ فراہم کرنا تھا۔چارلس گرانٹ نے حکومت برطانیہ کی توجہ ہندوستانیوں کو انگریزی سکھانے کی جانب مبذول کروائی جس کے بعد لارڈ منٹو(1807-13)نے ایک لاکھ روپیہ سالانہ ہندوستان کے کالجوں میں لٹریچر اور سائنسی علوم کی ترویج کے لیے مختص کیا۔لارڈ ہسٹینگز(Lord Hastings)(1813-23)نے انگریزی زبان اور یورپی سائنسی علوم کے فروغ کے لیے کلکتہ میں ایک کالج کی بنیاد رکھی ۔1834 میں بمبئی میں ایلفنٹن کالج(Elephant Stun)کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد ہندوستانی عوام کو سول ایڈمنسٹریشن کی ملازمتوں کے لیے تیار کرنا تھا۔

لارڈ میکالے اس عہد کی اہم شخصیت ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے چیرمین بھی رہے۔آپ نے دیگر تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ہندوستانی کالجوں کی تدریس کے لیے ایک میڈیم کو تلاش کرنے کی کامیاب کوشش کی ۔آپ نے سنسکرت، فارسی، عربی اور اس کی دیگر زبانوں جو مذہبی اور تہذیبی حوالے سے نمایاں مقام رکھتی ہیں ان کو رد کر کے انگریزی زبان کو توقیت دی۔آپ نے انگریزی زبان کی مقبولیت اور اس کو لاگو کرنے کے لیے باقاعدہ ایک قرارداد مرتب کی اور پھر اس کو منظور کروایا۔اس قرارداد کو حکومت برطانیہ کی جانب سے سراہا گیا۔اس وقت برطانوی جس شخص نے لارڈ میکالے کو اس سکیم کی منظوری دی وہ لارڈ ولیم بینٹنگ(Lord William Bentinck)تھے جس کے مطابق یہ تھا کہ آئندہ سالوں میں ہندوستانیوں کی سائنسی فنی تعلیم اور انگریزی زبان او ادب پر کثیر رقم خرچ کرے گی۔

سرچارلس ووڈ(Sir Charles wood)نے لارڈ لہوزی(1848-56)کے کہنے پر ایک ایک تعلیمی منصوبہ مرتب کیا جسے The Magna Charta of English Educational India کہا گیا۔اس منصوبہ میں یہ بات شامل تھی کہ انگریزی اور دیگر علاقائی زبانوں کو یورپی علوم فنون کو پھیلانے کا وسیع ذریعہ بنایا جائے۔

حکومت برطانیہ نے اپنے ملک لندن میں قائم شدہ یونی ورسٹی کی طرز پر ہندوستان کے مختلف شہروں جن میں کلکتہ، مدارس، دلی اور بمبئی میں بھی یونی ورسٹیاں قائم کیں۔ان یونی ورسٹیوں کو چلانے کے لیے اعلی عہدے دار افسروں کو تعنیات کیا گیا۔جن میں چانسلر اور وائس چانسلر سرِفہرست ہیں۔جو انتظامی تعلیمی و تدریسی فرائض انجام دینے والوں دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ ان کی معاونت بھی کرتے تھے۔اس کے علاوہ لارڈ ڈلہوزی کے ہی عہد میں ووکیشنل انسٹیٹوٹ اور ٹیچر ٹریننگ جیسے بڑے بڑے کالجوں کا آغاز کیا گیا اس کے علاوہ ہندوستانی ریاستوں کے مقامی راجاؤں کی تعلیم وتربیت کو بہتر بنانے کے لیے چیف کالج کا بھی انعقاد بھی کیا گیا۔1882ء میں ہنٹر کمیشن(Hunter Commission)کے نام سے چند تعلیمی اصلاحات لارڈ رپن(Lord Ripen)نے پیش کیں۔جن کے تحت صوبائی ریونیو کا کثیر حصہ پرائمری تعلیم کے لیے مخصوص کیا گیا یہ اصلاحات پرائمری سے سکینڈری تعلیم کے لیے ترتیب دی گئیں۔ہندوستان میں کافی نئی یونی ورسٹیوں اور کالجوں کو کھولا گیا۔بہت سے کالجوں اور یونی ورسٹیوں کا الحاق کر کے نصاب میں مناسب تبدیلیاں کر دی گئیں۔کرن فاطمہ اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"1882ء میں پنجاب یونی ورسٹی کا قیام برطانوی حکومت کا ناقابلِ فراموش اقدام تھا۔یونی ورسٹی پر لارڈ کرزن(Lord Curzon)(1899-1905)نے بہت زور دیا ان کا ریلے کمشین(1902)(Raleigh Commission)اسی سے متعلق تھا۔جسے 1904ء میں برطانوی حکومت نے منظور کر لیا، اس کے مطابق یونی ورسٹیوں کے سینٹ سنڈیکیٹ اور فیکلٹی کو از سر نو تشکیل دیا جانا تھا۔یونی ورسٹیوں کے لیگل

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اختیارات میں اضافہ ہونا تھا اور کالجوں کے الحاق کی شرائط طے پائی تھیں۔ یونی ورسٹیوں کا نصاب اور امتحانات پر کمشین کی تجاویز کے مطابق تبدیلیاں کی گئی۔ 1904 کے یونی ورسٹی ایکٹ نے یونی ورسٹیوں کو اختیارات اور نیا تنظیمی ڈھانچہ دیا اور یونی ورسٹیاں برطانوی حکومت پر زیادہ انحصار کرنے لگیں۔ جارج پنجم کی تعلیمی اصلاحات کے نتیجے میں بنارس، پٹنہ، ڈھاکہ، ناگپور اور رنگون میں نئی یونی ورسٹیاں قائم ہوئیں 11"۔

ان تبدیلیوں کے علاوہ بھی برصغیر پاک ہند میں تعلیمی حوالے سے کافی اصلاحات کی گئیں۔ جس میں ایجوکیشنل ایکٹ کے ذریعے انٹر میڈیٹ کی کلاسز کو یونی ورسٹی سے الگ کر کے بورڈ آف سکینڈری کے تحت کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ یونی ورسٹیوں کو صوبائی حکومتوں کے ماتحت کر دیا گیا۔ ڈگری سطح پر کلاسز کے لیے تین سال مختص کر دیے گئے۔ کالجوں کی سطح پر تعلیم نسواں اور انگریزی تعلیم کا بندوبست کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پیشہ وارنہ تعلیم کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھنے لگا۔

حکومتِ برطانیہ نے اپنی نو آبادی عوام کو وہ تعلیم دینے کی بھر کوشش کی جس تعلیم میں حکومت برطانیہ کا مفاد زیادہ سے زیادہ تھا۔ اس لیے انھوں نے بعض اداروں میں مفت تعلیم کے بندوبست کا انعقاد کیا۔ نو آبادیوں میں یہ تمام اصلاحات وضع کرنے کے باوجود بھی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ نو آبادیاں برطانوی جبر او استحصال کی بہترین مثالیں ہیں۔ برطانیہ کی یہ نسلی برتری، طاقت کا وحشیانہ استعمال اور ظلم و تشدد کا یہ سلسلہ کئی سو سال پر محیط ہے۔

نو آبادیاں اپنے مخصوص لسانی پس منظر کے ساتھ نئے آنے والے کالونائزرز کی زبان کے ڈسکورس کو قبول کرتی ہیں۔ اس لاشعوری ہم آہنگی کے نتیجے میں نئے لسانی رجحانات نئے الفاظ اور افعال اور اسماء وجود میں آئے اور مختلف زبانوں میں باہم ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ برصغیر میں انگریزی اور لاطینی زبانوں کے اثرات سے تقریباً تمام زبانیں تبدیلیوں سے گزرتی رہی لیکن اس عہد میں اردو زبان سب سے زیادہ متاثر نظر آتی ہے۔

تعلیمی حوالے سے انگریزوں نے فورٹ ولیم کالج کی بنیاد 1800ء میں رکھی یہ ایک حقیقت ہے کہ فورٹ ولیم کے مقصد بالکل سیاسی تھے لیکن اس کالج کی بنیادی وجہ سے بالواسطہ اور بالواسطہ طور پر ادب پر بھی پڑے۔ فورٹ ولیم کالج سے اردو نثر کیا ایک موثر تحریک نے جنم لیا۔ اس تحریک کی وجہ سے اردو کا مورخ فورٹ ولیم کالج کو ہمیشہ تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس حوالے سے انور سدید اپنی شہرہ آفاق کتاب "اردو ادب کی تحریکیں" میں رقمطراز ہیں۔

"فورٹ ولیم کالج کے قیام کے محرکات سیاسی تھے۔ لیکن اس کے ثمرات بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر ادب کو بھی متاثر کیا اور اردو نثر کی ایک موثر تحریک کو جنم دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کا مورخ فورٹ ولیم کالج کو ہمیشہ تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے۔ 12"

انتظامی اصلاحات

ہندوستان میں حکومت برطانیہ نے آہستہ آہستہ مختلف طریقوں سے قدم جمانے شروع کر دیے۔ شروع شروع میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے انھوں نے قبضہ کرنے کے لیے راہ ہموار کی۔ اس کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے اقتدار سنبھالا اور انتظامی ڈھانچے کو بدل کے رکھ دیا۔ انفرادی حکومتوں کی بجائے جمہوریت کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی۔ بیورکریسی کو نئے سرے سے مرتب کی کی جانے کی کوشش کی گئی۔ انگریزوں کی بہت بڑی خدمت یہ بھی ہے کہ انھوں نے عدالتی نظام اور تعزیراتِ ہند جو آج تک برصغیر میں چل رہی ہیں کی نئے انداز میں تنظیم و تشکیل کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس نئے دور میں عدالتیں قاضی کے ماتحت تھیں اور پھر صوبائی گورنر اور اس وقت کے بادشاہ کو مکمل اختیار حاصل تھا۔ انگریزوں کی وضع کردہ انتظامی اصلاحات کافی موثر ثابت ہوئیں۔ انگریزوں نے جو لیگل فریم ورک اپنایا اس کے مطابق ججوں کے باعث عدالتوں میں جیوڈیشری Judiciary کا ایک پورا نظام مرتب کیا گیا۔ وکالت اور بارایٹ لاء کی ڈگریاں متعارف ہوئیں۔ اس عہد میں جو انتظامی تبدیلیاں رونما ہوئیں اسی تناظر میں خواجہ محمد زکریا رقمطراز ہیں

۔

"سپریم کورٹ کو توڑ کر تینوں سرکاروں (Presidencies) میں ایک ہائی کورٹ قائم کی گئی۔ انڈین پینل کوڈ (قانون تعزیرات ہند) 1860ء میں نامزد کر دیا گیا۔ ہندوستانی بیرسٹروں میں سے ججوں کا ایک تہائی مقرر ہونا طے پایا۔ لیجسلیٹو کونسل نے سول اور کریمنل پروسیجر کے قوانین بنوائے۔ یہ تمام اصلاحات پہلے وائسرائے لارڈ کیننگ کے عہد میں ہوئی پھر ان میں معمولی تبدیلیاں لارڈ رین، لینس ڈاون، لارڈ ریلگین (دوم) وغیرہ عہد میں ہوئیں۔ 13"

نو آبادیاتی نظام کے ثمرات

نو آبادیات سے پہلے برصغیر کے بارے میں یہ ایک تاثر پایا جاتا ہے یہ ایک روایتی معاشرہ تھا۔ محققین کے مطابق یہ معاشرہ چند پرانی روایت میں جکڑا ہوا تھا۔ نو آبادیاتی مداخلت نے اس ساکن معاشرہ کو حرکت میں لانے کی بھر کوشش کی۔ ہندوستان میں اگر تبدیلی اور ترقی ہوئی تو وہ کسی حد تک اس کی ایک وجہ نو آبادیاتی نظام کا برصغیر میں پروان چڑھنا بھی ہے۔ نو آبادیاتی نظام کے ثمرات کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ نقطہ نظر اس نظام اس کے افسران اور حکمرانی کو بہتر سمجھتا ہے۔ اسی تناظر میں حمزہ علوی لکھتے ہیں۔

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"قبل از نو آبادیاتی انڈیا کے متعلق عمومی طور پر یہ روایتی نقطہ نظر پایا جاتا ہے کہ یہ ایک جامد "روایتی معاشرہ" تھا جو کہ دیہی معیشت اور زراعت پر انحصار کرتا تھا اور یہاں خود کفیل دیہی امداد باہمی تھی جو کہ ذات پات کے ایک سخت نظام میں قید تھیں اور انتہائی بنیادی پیداوار کے عمل تک محدود تھیں اور اس کے بالا ایک مفت خور parasitic ریاست قائم تھی۔ مزید یہ تصور بھی کر لیا جاتا تھا کہ اس معاشرہ کے لیے ترقی کے لیے کوئی لگن نہ تھی۔ مزید یہ کہ نو آبادیاتی نظام کی مداخلت ہی تھی کہ جس نے اس بند معاشرہ کو کھولا اور تبدیلی کی نئی قوتوں کو پروان چڑھایا۔"14

جہاں ہندوستان میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نو آبادیات ہندوستان میں تباہی اور مشکلات کا سبب بنی وہیں پر اس نے سرمایہ داری کو بھی متعارف کروایا ہے۔ اس سرمایہ داری کی وجہ سے ہندوستانی معاشرے میں ایک مثبت تبدیلیوں کا عمل شروع ہوا۔

"مارکس سے قبل نو آبادیاتی ہندوستانی اقتصادیات اور معاشرے کے متعلق خیالات بالکل مختلف تھے۔ اس کے خیالات نو آبادیاتی دور کے متعلق اتنے اچھے اور شفیق نہ تھے۔ جہاں ایک طرف اس کا خیال تھا کہ نو آبادیات ہندوستان کی تباہی اور مشکلات کا باعث بنی ہیں وہیں وہ سرمایہ داری کو متعارف کرانے کا بھی ذریعہ بنی۔ جس کے باعث ہندوستانی معاشرے میں سماجی تبدیلیوں کا ایک عمل شروع ہوا۔ جس کی بہت بڑی اہمیت تھی۔"15

برطانیہ نے اپنی نو آبادیوں سے بہت زیادہ فوائد حاصل کیے۔ برطانیہ نے جو ترقی کی اور اپنے آپ کو معاشی و اقتصادی خوشحالی سے مالا مال کیا یہ سب نو آبادیوں کے وسائل اور افرادی قوت کی مرہون منت ہے۔ برطانوی ترقی کا راز بھی یہی ہے کہ انھوں نے نو آبادیوں کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا اور اپنے آپ کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے گئے۔ جہاں کہیں بھی کسی طاقت نے نو آبادیات قائم کیں انھوں نے نہ صرف ان نو آبادیات سے فائدہ اٹھایا بلکہ نو آبادیوں نے بھی حاکم ریاست سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ان فوائد کے متنوع پہلو ہیں۔ برطانیہ کی اپنی زبان اور علم و ادب نو آبادیوں تک پہنچی۔ نو آبادیوں میں رہنے والے نہ صرف انگریزی زبان سے روشناس ہوئے بلکہ اس زبان میں لکھے جانے والے جدید علوم سے بھی انھیں بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ اس حوالے سے کرن فاطمہ نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

"طب، انجنیئرنگ، اٹامک انرجی اور دیگر سائنسی علوم اور ان سے وابستہ ایجادات انگریزی زبان اور جدید علوم ہی کی مرہون منت ہندوستان میں متعارف ہوئیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں بے شمار سائنسی ایجادات متعارف کروائی گئیں، مثلاً تار برقی، ہوائی جہاز، ٹیلیفون اور ریل وغیرہ۔ صحافتی سطح پر انگریزی زبان اور اس میں لکھا جانے والا جدید صحافتی مواد اخبارات و رسائل کی شکل میں ہندوستان میں آیا۔ یہ اخبارات و رسائل ان جدید نظریات و خیالات کے حامل ہوتے ہیں۔ جو عالمی سطح پر انقلابات برپا کر رہے تھے۔ اس طرح نو آبادی کی پس ماندہ عوام بھی عالمگیر انقلابات کے عظیم ڈسکورس کا حصہ بن جاتی۔ نیز ہندوستان چھاپہ خانہ کی بنیاد انگریزوں نے ہی رکھی۔"16

مختصر یہ کہ نو آبادیاتی نظام کا مقصد تخریب کاری، نسلی برتری، طاقت کا استعمال، دولت و سرمایہ کی لوٹ کھسوٹ، برصغیر کی عوام کو زیر تسلط رکھنے اور ان کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم تک محدود تھا۔ مغرب نے ہندوستان میں نو آبادیات قائم کر کے یہاں کا دولت و سرمایہ خوب لوٹا اور اپنے آبائی وطن کو معاشی طور پر مضبوط بنایا۔ ان نو آباد کاروں نے جہاں پر انسانی حقوق و وسائل کا استحصال کیا وہیں پر کافی ساری قانونی و انتظامی اصلاحات بھی نافذ کیں۔ ان اصلاحات کے ساتھ ساتھ سرمایہ کاری کو بھی متعارف کروایا۔ اس سرمایہ کاری نے ہندوستان میں معاشی بہتری کی کافی راہیں ہموار کیں۔

حوالہ جات

1۔ ہمدانی، ریاض۔ اردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ۔ لاہور: فکشن ہاوس، 2018ء، ص، 9۔

2۔ ایضاً، ص، 10

3۔ ایضاً، ص، 10

4۔ ایضاً، ص، 12

5۔ طاہرہ غفور، "بانو قدسیہ کے افسانے "کلو" کا مابعد نو آبادیاتی تناظر میں تجزیہ" مشمولہ: معیار شمارہ نمبر، 24، جولائی تا دسمبر 2020، مدیر ڈاکٹر عزیز ابن الحسن، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ص 166

6۔ فاطمہ، کرن۔ نو آبادیاتی نظام کے اردو افسانوی ادب پر اثرات۔ مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی اردو، لاہور، پنجاب یونی ورسٹی، 2009ء، ص، 2

7۔ طاہرہ غفور، "بانو قدسیہ کے افسانے "کلو" کا مابعد نو آبادیاتی تناظر میں تجزیہ" مشمولہ: معیار شمارہ نمبر، 24، جولائی تا دسمبر 2020، مدیر ڈاکٹر عزیز ابن الحسن، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ص 166

8۔ K.K AZIZ, The British in India Islambad:National commission on Historical and cultural Research ,1976,P.50

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

9۔ فاطمہ، کرن۔ نو آبادیاتی نظام کے اردو افسانوی ادب پر اثرات۔ مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی اردو، لاہور، پنجاب یونی ورسٹی، 2009ء، ص، 4

10۔ ایضا، 17

11۔ ایضا، ص19

12۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اردو کراچی، ص239

13۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، اکبر آلہ آبادی (تحقیقی و تنقیدی مطالعہ) لاہور، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1980ء ص78

14۔ حمزہ علوی، تشکیل پاکستان (مذہب اور سیکولرازم) تاریخ پبلی کیشنز، لاہور، 2017ء، ص69

15۔ ایضاً، ص70۔

16۔ فاطمہ، کرن۔ نو آبادیاتی نظام کے اردو افسانوی ادب پر اثرات۔ مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی اردو، لاہور، پنجاب یونی ورسٹی، 2009ء، ص، 12